زوجہ کا شوہر سے پہلے اسلام قبول کرنے کے بارے میں فقہاء کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

The Wife Embracing Islam afore Husband-An Analysis of Jurists' Views

*عبدالوہاب جان الازہری

Abstract

One of the well-known juristic principles in Islam is that a Muslim woman cannot marry a non-Muslim man. The question arises: if both were non-Muslims and she becomes a Muslim while her husband does not, then would her marital relations with her husband remain intact or would her marriage be dissolved? The jurists have discussed the issue in depth and the current paper discusses their opinion on the issue.

جیسا کہ **معلوم** ہے کہ اسلامی فقہ کے مطابق مسلمان عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ غیر مسلم مرد کے ساتھ شادی کرے۔ لیکن اگر عورت بنیادی طور پر غیر مسلمہ ہو اور اس کا شوہر بھی غیر مسلم ہو، اور عورت شوہر سے پہلے اسلام قبول کرلے، جبکہ شوہر کفر میں رہے، تو کیا عورت اس کے ساتھ ازدواجی زندگی برقرار رکھے گی یا اسلام کی وجہ سے عقد زواج فسخ ہو گا؟ اس مقالہ میں اس مسئلہ کے بارے میں فقہاء کی **آراء** کا احاطہ کیا جائے گا۔

فقہاء کی آراء کا جائزہ:

اس حوالے سے فقہاء کی مختلف آراء وارد ہیں، جمہور علماء کے نزدیک اس صورت میں عورت کے لئے خاوند کے ساتھ رہنا نا جائز ہے۔ وہ اس پر حرام ہے۔ جبکہ عقد زواج کے بارے میں جمہور کے مطابق نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور وہ عدت کے بعد کسی مسلمان کے ساتھ شادی کر سکتی ہے، اور پہلے خاوند سے اس کا رشتہ مکمل ختم ہو جاتا ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک کچھ عرصہ اس کے ساتھ رہے اور اس کو اسلام کی دعوت دے۔ اگر مسلمان ہو گیا تو نکاح کے تجدید کی ضرورت نہیں، وہ اس کا خاوند ہے۔ جبکہ بعضوں کا قول ہے کہ وہ اس کے ساتھ رہے اور انتظار اور امید میں رہے، چاہے اس پر سالوں کے سال گزر جائیں، لیکن اس کے ساتھ صحبت نہ کرے، وغیرہ

ذیل میں درج شدہ یہ مختلف اقوال علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "احکام اہل الذمۃ" میں ذکر کی ہیں۔ انہوں نے سلف صالح کے تقریبا نو اقوال کا تذکرہ کر کے ایک قول کو ترجیح دی ہے جو ان کے شیخ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ہاں بھی قول مرجح ہے۔[1]

1۔ اسلام کی قبولیت سے ہی نکاح کا فسخ ہونا

فقہاء کی ایک جماعت محض اسلام ہی پر نکاح کے فسخ کا فتوی دیتی ہے۔

2۔ جب خاوند قبولیت اسلام سے انکار کرے

3۔ مدخول بہا کی عدّت کے اختتام پر نکاح کا فسخ ہونا

4۔ تیسرے قول کے برعکس

*لیکچرار شعبہ عقیدہ و فلسفہ اسلامی، کلیہ دراسات اسلامیہ (اصول الدین)، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

ابن شبر مہ کہتے ہیں کہ اگر عورت شوہر سے پہلے مسلمان ہو جائے تو جدائی فوراہو گی، اور اگر شوہر پہلے اسلام قبول کرے تو عدّت کے دوران۔

5۔ عدّت کا اعتبار شوہر اور بیوی کی حالات پر

اوزاعی اور زہری اور اللیث اور امام الشافعی اور اسحاق رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ اگر دخول سے پہلے ان میں سے کوئی مسلمان ہوا تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اور اگر دخول کے بعد عدّت میں کوئی مسلمان ہوا تو ان کا نکاح جائز اور جاری رہے گا۔ اور اگر عدّت ان کے اسلام سے پہلے ختم ہو گیا تو نکاح بھی فسخ ہو جائے گا۔[2]

6۔ بیوی انتظار کرے اگر وہ چاہے تو سالوں سال رہے

7۔ جب تک بیوی اس کے شہر میں رہے شوہر کا اس پر حق ہے

8۔ وہ اس وقت تک ایک دوسرے کے نکاح میں ہیں جب تک سلطان (قاضی) جدائی کا فیصلہ نہ کرے۔[3] یہ ابن ابی شیبہ کا زہری سے منقول قول ہے۔

9۔ یہ شوہر کے ساتھ رہے گی لیکن اس کے ساتھ ہم بستری نہیں کر سکتی۔

دلائل:

مذکورہ بالا اقوال میں سے چند اہم کے ادلہ ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں:

1۔ اسلام کی قبولیت ہی سے نکاح کا فسخ ہونا

انہوں نے استدلال میں قرآن کریم کی یہ آیت پیش کی ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ مَا أَنْفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ"[4]

اس آیت میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ جب تمہیں ہجرت کرنے والی عورتوں کے ایمان کے بارے میں علم ہو جائے تو ان کو کفار کی طرف ہر گز نہ لوٹاؤ۔

اور اسی آیت میں اللہ تعالی یہ تصریح فرماتے ہیں کہ ان سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور اسی طرح "وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ" کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ کوئی مسلمان، کسی عورت کو اس کے اسلام لائے بغیر اپنے پاس نہیں رکھ سکتا اور اس بات کی دلیل ہے کہ کافر میاں اور بیوی میں سے جب بیوی مسلمان ہو گی تو فوراً ان کے درمیان جدائی ہو جائے گی۔

"لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ" یہ الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مسلمان مرد، کافر عورتوں کے لئے اور مسلمان عورتیں، کافر مردوں کے لئے جائز نہیں ہیں۔

اس سے جدائی کے علاوہ اور کیا ثابت ہوتا ہے؟

دوسرے فقہاء کا ان پر رد:

پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ میاں اور بیوی میں سے بیوی کے اسلام لانے پر ان کے درمیان فوراجدائی کر دی جائے اور نہ ہی یہ مطلب صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے اس سے لیا ہے، اور "**لَاتَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ**" والی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرنے والی عورتوں کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ، لیکن اس بات پر ہرگز دلالت نہیں کرتی کہ عورت اپنے شوہر کے مسلمان ہونے کا کبھی انتظار نہ کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ "**لَاهُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَاهُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ**" والی آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان مہاجر مسلمان عورتوں (جنہوں نے اپنے خاوندوں سے جدائی اختیار کرلی ہو) کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں۔ اور وہ بھی اس وقت جب اس کی عدّت پوری ہو جائے۔ اور اسے اپنے آپ کے مالک ہونے کا اختیار دے دیا جائے گا۔ اور جب عورت کو اختیار دیا جائے گا، تو پھر اس کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی اور آدمی سے نکاح کرلے یا اپنے خاوند کے مسلمان ہونے کا انتظار کرے اور جب وہ مسلمان ہو جائے تو یہ پرانے نکاح کی بنیاد پر واپس اس کی طرف لوٹ جائے یا پھر نیا نکاح کرے، ان علماء کے نزدیک جو یہ کہتے ہیں کہ عدّت گزرنے کی وجہ سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

اور "**وَلَاتُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ**" والے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ کافر اور مشرکہ عورت کے ساتھ نکاح میں ہمیشگی اختیار نہ کی جائے، یعنی شرک و کفر پر برقرار رہنے کے باوجود اس کو نکاح میں نہ رکھا جائے۔ البتہ اس کے مسلمان ہونے کا انتظار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ انتظار بھی جائز ہے۔

اور اسی طرح مشرک عورتوں سے نکاح کی حرمت اس آیت سے ثابت نہیں ہے بلکہ وہ دوسری آیت "**وَلَاتَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ**" والی آیت سے ثابت ہے۔

شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں کہ:

> "مشرک خاوند اور بیوی میں سے ایک کا اسلام دونوں کے درمیان فوراجدائی کا سبب گردانناانتہائی کمزور بات ہے اور شریعت اسلامی کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ جب ہم اسلام کی تاریخ پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ بہت سارے مسلمانوں اور صحابہؓ میں سے ایک پہلے اسلام لاتا اور دوسرا بعد میں مسلمان ہوتا اور ان کے درمیان نکاح برقرار رہتا۔ مثلاً ام سلیمؓ حضرت ابو طلحہؓ کی بیوی تھیں اور ان سے پہلے ایمان لائیں تھیں اور حضرت ابو طلحہؓ بعد میں مسلمان ہوئے تھے۔[5] اور ہمیں تاریخ میں کہیں بھی یہ بات نہیں ملتی کہ ان کے درمیان نکاح ٹوٹ گیا تھا اور پھر ان کو دوبارہ نکاح کرنا پڑا"

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بہت سارے لوگ یعنی مشرکین کے ساتھ نکاح کی حرمت کے بہت بعد لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اور طائف کے لوگ اس وقت مسلمان ہوئے جب رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا اور یہ محاصرہ اور ان اہل طائف کا اسلام میں دخول، مشرکین کے ساتھ نکاح کی حرمت کے بعد کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ محاصرے کے دوران اہل طائف کا ایک

وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اسلام قبول کر لیا[6]، اور ان کی بیویاں ان کے ساتھ نہیں تھیں اس لئے وہ ایمان بھی نہیں لائیں اور جب یہ واپس لوٹے تب ان کی بیویاں بھی اسلام میں داخل ہو گئیں۔ چنانچہ واقعہ بھی حرمت کے نزول کے بعد کا ہے، اس کے باوجود کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ ان کے درمیان جدائی کر دی گئی تھی اور ان کو دوبارہ اپنی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنا پڑا۔

اور جو لوگ فوراجدائی کے قائل ہیں (چاہے وہ دخول سے پہلے ہو یا بعد میں) یہ بات بالکل غلط ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی ﷺ کے زمانۂ مبارک میں جو بھی آدمی مسلمان ہوا اور اس کی بیوی اس کے بعد مسلمان ہوتی تو وہ اس کی بیوی ہی رہتی، بغیر کسی تجدید نکاح کے، یعنی نئے نکاح کی نہ ضرورت محسوس کی جاتی تھی اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس عرب کے وفود آئے ایمان لے آتے اور پھر اپنے گھروں کو واپس لوٹتے، تب ان کی بیویاں ان کے ہاتھوں پر ایمان لاتیں۔ یعنی ان کی وجہ سے مسلمان ہوتیں اور جدائی کی کوئی بات بھی نہیں ہوتی تھی۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت معاذ رضي اللہ عنہ اور حضرت ابوموسی اشعریؓ کو یمن بھیجا۔ ان کی دعوت تبلیغ کی بدولت بے شمار مردوں نے اسلام قبول کیا اور ان مسلمان ہونے والوں میں کبھی خاوند پہل کرتا اور کبھی بیوی پہل کرتی۔ لیکن کبھی بھی خاوند کو یہ نہیں کہا گیا کہ جب آپ کی زبان سے اسلام لانے کے کلمات ادا ہوں، بالکل اسی وقت آپ کی بیوی کو بھی مسلمان ہونا چاہیے ورنہ آپ کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح فتح مکہ کے دن ام حکیم بنت حارث بن ہشام مسلمان ہوئیں، اور اس کا شوہر عکرمہ یمن بھاگ گیا، پھر ام حکیم اس کے پاس یمن چلی گئیں اور عکرمہ کو اسلام کی دعوت دے دی، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے سابقہ نکاح کو برقرار رکھا۔[7]

حضور پاک ﷺ کی اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی شادی ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ ہوئی تھی۔ حضرت زینبؓ اسلام کے اوائل میں مسلمان ہو گئیں تھیں، لیکن ابوالعاص صلح حدیبیہ کے دوسال بعد مسلمان ہو گیا تھا۔ حضرت زینبؓ نے مسلمانوں کے ساتھ ہجرت نہیں کی، بلکہ وہ غزوۂ بدر کے بعد مدینہ منورہ آئیں۔ پھر جب ابوالعاص مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ وسلم نے زینبؓ کو اس کے پاس بغیر تجدید نکاح کے سابقہ نکاح پر ہی واپس لوٹا دیا تھا۔[8] واللہ اعلم

امام ابن القیمؒ کے دلائل کی تحقیق:

اس میں امام ابن القیمؒ کا جو مذہب ہے (یعنی فوراجدائی نہ کی جائے ان کے درمیان) کو انہوں نے ادلہ اور براہین سے ثابت کیا ہے۔ اور انہوں نے ان دلائل کی بنیاد مصادر اصلیہ، کتب اصول والمصنفات پر رکھی، اور صحابہؓ اور تابعینؒ کی آراء کو نقل کیا ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنی کتاب (المصنف) میں حضرت علیؓ کی سند سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

> ''اگر یہودی یا عیسائی عورت اسلام لے آئے تو اس کا خاوند اس کے فرج کا سب سے زیادہ حق دار ہے، کیونکہ اس کا اس کے ساتھ معاہدہ ہے''

اور امام عبد الرزاق روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''کہ جب تک وہ اس کے شہر سے نہ نکلے، وہ ہی اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے''

اور یہ بھی روایت کی ہے کہ:

"ایک نصرانی شخص ہانی بن قبیصہ الشیبانی کے عقد میں چار عورتیں تھیں، وہ سب مسلمان ہو گئیں تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے ان کو لکھا کہ آپ لوگ اپنے خاوند ہی کے ساتھ رہیں"

دوسری روایت میں ہے کہ ان کو اختیار دیا گیا تھا۔

اور عبد الرزاق نے خطمی سے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ:

"اہل حیرہ کی ایک عورت نے اسلام قبول کیا اور اس کے شوہر نے نہیں کیا، تو حضرت عمرؓ نے ان کو لکھا کہ ان کو اختیار دیں اگر وہ چاہیں تو جدائی اختیار کریں یا شوہر کے ساتھ رہیں"

ایک روایت میں اس سے مختلف صرف ایک روایت ملتی ہے اور وہ بھی مصلحت کے تحت تھا۔ وہ یہ تھا کہ:

"بنو تغلب کے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی گئی جس کی بیوی مسلمان ہو گئی تھی، تو اس شخص نے انکار کیا کہ مجھے عربوں سے شرم آتی ہے کہ وہ کہیں گے کہ ایک عورت کی خاطر اس نے اسلام قبول کیا، تو سیدنا عمرؓ نے ان کے درمیان جدائی کروادی"

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مصلحت کو دیکھا جائے اور امام یا قاضی کو یہ وسعت دی گئی ہے کہ وہ دونوں کے درمیان جدائی یا برقرار رکھنے کی صلاحیت دیں۔ شاید ابن شہاب الزھری کا یہ قول کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے نکاح میں ہیں، جب تک سلطان (بادشاہ، امام یا قاضی) ان کے درمیان جدائی کا فیصلہ نہ کریں، بھی اس واقعہ سے استدلال ہے۔

شیخ یوسف قرضاوی صاحب کا ابن القیم کی آراء پر رد:

ابن القیم اور ان کے شیخ (ابن تیمیہ) نے جو مذہب اختیار کیا ہے، باوجود اس کے کہ اس میں وزن بھی ہے اور ان کے دلائل و براہین بھی بڑے مضبوط ہیں، لیکن اس میں عملی پہلو نہیں ہے، کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک عورت ایک لمبے عرصے تک اپنے خاوند کے مسلمان ہونے کا انتظار کرتی رہے، اس کے ساتھ ایک ہی مکان میں رہے لیکن اس کو اپنے اوپر قدرت نہ دے یا وہ آپس میں ایک دوسرے کے قریب نہ جائیں؟ اور یہ یہ کیسے ہو سکتا ہے، جبکہ وہ دونوں نوجوان بھی ہوں؟

میری یہ خواہش تھی کہ ابن القیم صرف حضرت علی رضي الله عنه کی روایت کو بطور دلیل پیش کرتے۔ ان کا قول یہ ہے کہ اگر ایک عورت خاوند سے پہلے ایمان لے آئی تو جب تک وہ خاوند کے گھر میں ہے اور یا اس نے اس شہر سے ہجرت نہیں کی، تو اس صورت میں اس کا کافر خاوند ہی اس کے فرج کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔

اور حضرت علیؓ کی اس روایت میں وزن اس لئے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن بھیجا تھا اور وہ حضرت عثمانؓ کے بعد مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ بھی تھے، تو لازماً ان کے ساتھ اس طرح کا واقعہ پیش آیا ہو گا، تو اس بنیاد پر ان کا یہ قول فتویٰ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ان کے اس قول کی بنیاد "إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ" والی آیت پر بھی ہے۔ کیونکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب مسلمان عورتیں آپ کی طرف ہجرت کر کے آئیں تو آپ ان کو کفار کی طرف نہ لوٹانا۔ اور اگر ہجرت کر کے نہ آئیں تب وہ

اپنے خاوندوں ہی کی ہیں۔ یعنی اگر انہوں نے دارالکفر کو چھوڑا اور دارالاسلام آئیں، تب آپ ان کے ساتھ نکاح کر سکتے ہو، اور اگر ایسے نہ کیا تب وہ اپنے خاوندوں ہی کی ہیں۔

اور میری رائے میں یہ سب سے مضبوط دلیل ہے کیونکہ اس میں ان عورتوں کی مجبوری کا بھی لحاظ ہے جو غیر مسلم ملکوں میں رہائش پذیر ہیں، اور وہ اپنے شوہروں کے ساتھ ہی رہنا پسند کرتی ہیں، یا تو اس لئے کہ انہیں امید ہے کہ ان کے شوہر اسلام لے آئیں گے، یا پھر ان کو اولاد کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو، اور وہ اولاد کی وجہ سے اپنے شوہروں کے ساتھ رہنا پسند کرتی ہوں۔

اور یہ حکم نئی مسلمان ہونے والی عورتوں کے لئے بہت زیادہ آسانی کا باعث ہے، اگرچہ بہت سارے اہل علم پر یہ بات ناگوار گزرتی ہے، کیونکہ یہ اس کے خلاف ہے، جو کچھ انہوں نے اس مسئلے کے بارے میں لکھا ہے۔ پس ہم کافر کے ساتھ شروع میں تو نکاح جائز قرار نہیں دیتے اور البتہ بعد میں دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو پھر ان کا نکاح بر قرار رہنا جائز قرار دیتے ہیں۔

اور اسی مسئلے میں ہمارے پاس تین مضبوط دلائل ہیں:

پہلی دلیل حضرت علیؓ کا قول ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:

> "اس کا خاوند ہی اس کا سب سے زیادہ حق دار ہے، جب تک وہ اپنے شہر سے نہیں نکلتی، یعنی مسلمان ہونے کے بعد جب تک وہ دارالاسلام یا کسی اور ملک کی طرف ہجرت نہیں کرے گی، اس وقت تک وہ اس کی بیوی ہی ہے"

اور یہ قول ان سے ثابت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، بلکہ امام شعبی اور ابراہیم نے بھی اس میں ان کی تقلید کی ہے۔

اور دوسری دلیل حضرت عمرؓ کا قول ہے جس میں انہوں نے مسلمان ہونے والی عورتوں کو اختیار دیا تھا کہ یا تو اپنے شوہروں کے پاس رہو، یا پھر ان کو چھوڑ کر چلی جاؤ اور یہ روایت بہت سارے مصادر سے روایت کی گئی ہے اور صرف ایک روایت اس کی مخالف ہے، لیکن ہم اکثر روایات کو ترجیح دیں گے اور ایک چھوڑ دیں گے۔

اور تیسری دلیل امام زہری کا قول ہے کہ یہ دونوں اپنی نکاح پر بر قرار رہیں گے جب تک بادشاہ ان کے درمیان تفریق نہیں کرتا۔

راقم الحروف کی ذاتی رائے:

عصر حاضر میں تمام ممالک ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ مختلف معاہدات اور وعدوعیدوں کے مطابق اقوام متحدہ کے تلے سب ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں۔ کچھ معاہدات کے تحت آزادئ رائے اور عقیدہ کے مطابق کسی کو کسی عقیدہ کے اختیار کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ حق اسلام نے کسی کو نہیں دیا کہ وہ کسی پر عقیدہ اختیار کرنے کے بارے میں زبردستی کرے۔ اس لئے دنیا میں خصوصا یورپ میں اکثر لوگ اسلام جوق درجوق قبول کر رہے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی مسلمان ہو جائے تو مسلم ممالک میں ان کی ہجرت مشکل ہوتی ہے، اور نہ مسلم ممالک میں اسلام قبول کرنے والوں کے لئے کوئی استقبالیہ کیمپ یا دلجوئی کے لئے کوئی سبیل یا ادارہ قائم ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مجرد اسلام کی قبولیت سے اگر جدائی واقع ہونے کا فتوی دیا جائے تو دعوت اسلام میں ایک رکاوٹ ہوتی، کہ اسلام کی قبولیت میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا کرتی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ دنیا میں اب عورتوں کی بہتات ہے، مرد کم ہیں اور تعدد زواج کی بھی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ اس لئے ایسی عورتوں کا معاشرہ میں بغیر خاوند کے رہنے سے معاشرتی برائیاں جنم لینے کے خطرات زیادہ ہوتے ہیں۔ یا کم از کم ایسی عورتوں کی معاشی، معاشرتی اور نفسیاتی مسائل سے دوچار ہونا بھی بعید از قیاس نہیں ہے۔

لہٰذا اس تناظر میں میری طالبعلمانہ رائے کے مطابق نو مسلم عورت اپنے غیر مسلم شوہر کے ساتھ رہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چند واقعات بھی ایسے آئے ہیں کہ ان میں سے کسی کے اسلام سے ان کے درمیان جدائی اور نکاح کے خاتمے کا کوئی نص نہیں ملتا

خلاصۂ بحث:

- اس مسئلہ میں کوئی نص قاطع نہیں ہے۔
- اس مسئلہ میں علماء کا اجماع نہیں ہے.

رسول اللہ ﷺ کے دور میں بے شمار لوگ اسلام میں داخل ہوئے، کبھی بیوی پہلے اسلام قبول کرتی اور کبھی شوہر پہلے اسلام قبول کرتا۔ لیکن کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان تفریق کی ہو، یا تفریق کرنے کا حکم دیا ہو، بلکہ جب ان کی بیٹی حضرت زینبؓ مسلمان ہوئیں تو ان کو بھی ابو العاص جو کہ مسلمان نہیں ہوئے تھے، سے جدا نہیں کیا۔ یہاں تک کہ حضرت زینب غزوۂ بدر کے بعد مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئیں اور اس ہجرت نے بھی ان کے درمیان عقد نکاح کو باطل نہیں کیا۔

سورۃ ممتحنہ کی جو آیت ہے اس کا یہ مطلب نکالنا کہ صرف دین کے اختلاف کی وجہ سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، ٹھیک نہیں ہے، بلکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی مسلمان ہو جائے اور اس کا شوہر اسلام کے خلاف سرگرمیوں میں ملوث ہو، اور اسلام کے خلاف لڑتا ہو، یا خاوند مسلمان ہو جائے اور بیوی اسلام کے خلاف سرگرمیوں میں ملوث ہو اور اسلام کے خلاف لڑتی ہو، تب ان کے درمیان عقد نکاح باطل ہو گا۔ مطلق کفر سے باطل نہیں ہو گا۔

سورۃ ممتحنہ کی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی بیوی مسلمان ہو گئی اور اس کا شوہر کافر بھی ہو اور اسلام کے خلاف لڑتا بھی ہو، تب ان کے درمیان عقد نکاح لزوم سے جواز کی طرف منتقل ہو جائے گا، اور جواز کی علت اور دلیل یہ ہے کہ بیوی کا ایسے خاوند کے ساتھ رہنا متعذر ہے، یعنی مشکل ہے۔ اور اگر یہ علت نہ ہوتی تب عقد نکاح لازم ہی رہتا۔

آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ مسلمان مرد کے لئے اپنی کافرہ بیوی کو جس نے دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت نہ کی ہو، یا وہ جو مرتد ہو کر دارالاسلام سے بھاگ گئی ہو، کو اپنی عصمت نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں یہ خوف ہے کہ اگر ہم نکاح کو ان کے درمیان برقرار رکھیں گے تو اس میں طبعی طور پر کفار کی طرف میلان پایا جائے گا۔

اگر میاں اور بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا کفر پر برقرار رہے، لیکن وہ اسلام کے خلاف لڑتا نہ ہو، تو ان کا ایک دوسرے کے ساتھ ٹھہرنا جائز ہے۔ یعنی نکاح ان کے درمیان برقرار رہے گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کا عمل بھی دلالت کرتا ہے، اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے۔

حواشي وحوالہ جات:

[1]: احکام اہل الذمۃ لابن قیم الجوزیہ، ج1، ص318-326، تحقیق: د/ صبحی صالح، طبعۃ جامعۃ دمشق

[2] نھایۃ المحتاج إلی شرح المنھاج، 6/259

[3] ابن أبي شیبۃ، المصنف: 4/86، دار الفکر، 1414ھ-/1994

[4]: سورۃ الممتحنۃ: 10

[5] ابن سعد، طبقات: ص8/426، ابن حجر، الإصابۃ: ص8/243، أبي نعیم، الحلیۃ: ص2/59

[6] البدایۃ والنھایۃ: جلد پنجم، قدوم وفد ثقیف علي رسول اللہ في رمضان من سنۃ تسع، أسد الغابۃ: 1/216

[7] امام مالک، موطا: ص44

[8] الھیثمي، مجمع الزوائد: 9/343